مولانا محمد برهان الدین سنبھلی
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اسلام کا حکیمانہ نظام وراثت

اور

علماء و مصلحین کی ذمہ داری

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین محمد والہ وصحبہ اجمعین

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین اسلام اور اس کے قوانین میں انسانی احساسات طبعی رجحانات اور فطری تقاضوں کی جیسی اور جتنی رعایت کی گئی ہے اس کی نظیر کسی بھی دوسرے مذہبی یا غیر مذہبی، وضعی یا غیر وضعی قانون میں ملنی نہ صرف دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ یہ خالی دعویٰ یا خوش عقیدگی پر مبنی بے بنیاد خیال نہیں بلکہ دلائل و شواہد سے ثابت شدہ ایک حقیقت ہے۔ جس کی صداقت کوئی بھی انصاف پسند جب چاہے شرعی احکام کا غیر جانب دارانہ اور حقیقت پسندانہ گہرا مطالعہ کر کے معلوم کر سکتا ہے۔

اسلام کے وسیع اور جامع نظام میں صرف انسان کی محدود و فانی زندگی کے ہی واسطے عادلانہ وحکیمانہ قوانین عطا نہیں کئے گئے۔ بلکہ اس عارضی حیات کے خاتمہ کے بعد کے لئے بھی احکام وضوابط دئے گئے ہیں۔ (جن کے نافذ کرنے کی ذمہ داری۔ ظاہر ہے کہ — زندہ لوگوں پر ڈالی گئی ہے) اس کی ایک اہم مثال ترکہ و میراث کے نہایت وسیع اور جامع نظام میں ملتی ہے۔ جو تمام اسلامی قوانین کی طرح بے حد متوازن اور عادلانہ اصول پر قائم ہے۔

اس نظام (قوانین میراث) کے متوازن اور منصفانہ ہونے کا صحیح اندازہ کچھ اس وقت ہو سکتا ہے جب اس کا دوسرے مذاہب اور ممالک کے، نیز زمانہ جاہلیت میں رائج۔ نظامہائے ترکہ سے موازنہ کیا جائے۔

زمانۂ جاہلیت عرب کے اندر زمانۂ جاہلیت میں ترکہ پانے کا اصل سبب۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ استحقاق ترکہ کا بنیادی اصول۔ رجلیت اور قوت تھا، اس لئے عورتوں کو مطلقاً — اور ضعفاء (بچوں) کو خواہ وہ جنس ذکور ہی سے کیوں نہ ہوں ترکہ کا مستحق نہیں سمجھا جاتا تھا۔ جیسا کہ بہت سے قابل اعتماد اور مستند علماء نے نقل

کیا ہے مثلاً مشہور مفسر قرآن ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی (ف ۶۷۱ھ) نے بیان کیا ہے۔

"وکانت الوراثة فی الجاھلیة بالرجولیة والقوة" [1]

جاہلیت کے اس (اصول و) رواج کا پتہ ان روایات سے بھی چلتا ہے جو عام طور پر آیاتِ میراث کا شانِ نزول بتانے کے لئے کتبِ تفسیر میں ذکر کی گئی ہیں۔ مثلاً تفسیر طبری میں ہے کہ ایک خاتون نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ:۔

یا رسول اللہ! توفی زوجی وترکنی وابنته فلم نورث، فقال عم ولدها یا رسول اللہ! لا ترکب فرسا ولا تحمل کلاً ولا تنکا عدواً [2]

اے اللہ کے رسولؐ! میرے شوہر کا انتقال ہو گیا اس کے بعد میں اس کی بیٹی (وارث) زندہ ہیں لیکن ہمیں ترکہ سے محروم رکھا جا رہا ہے اس پر میت کا بھائی بولا کہ اے اللہ کے رسولؐ یہ عورت اور اس کی بیٹی نہ تو گھوڑے پر سوار ہو سکتی ہے اور نہ کسی دشمن کو زک پہنچا سکتی ہے۔

حالانکہ عقل کا تقاضا تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ترکہ پانے کے سب سے زیادہ مستحق ضعفاء اور عورتیں ہی ہونی چاہئیں۔ کیونکہ بچے اپنے ضعف اور عورتیں اپنی صنفی نزاکت کی وجہ سے عموماً خود کسب معاش کے اہل نہیں ہوتے ایسی صورت میں ان کے لئے مورث جو عموماً سرپرست۔ یعنی اپنی زندگی میں ان ضعیف و نازک ورثہ کے اخراجات کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے ۔۔ کی وفات کے بعد اس کے ترکہ میں سے کچھ پانے کا استحقاق چھین لئے جانے کے سبب بسا اوقات ضروریاتِ زندگی تک محروم ہو جاتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں بھوک اور پیاس سے تڑپ کر ہلاک ہو جانے کے خطرہ سے دوچار ہو جانے کے سوا اور کوئی راہ نہیں رہ جاتی۔ چنانچہ قاضی ابوبکر ابن العربی نے ٹھیک ہی کہا ہے۔

---

[1] تفسیر قرطبی (الجامع الاحکام القرآن ۵/۴۵، دار الکاتب العربی للطباعة والنشر ۱۳۸۷ھ) اور احکام القرآن للامام ابی بکر الجصاص ۲/۲۵ میں ہے فاما ما ینتحق بالنسب فلم یکونوا یورثون الصغار ولا الاناث وانما یورثون من قاتل علی الفرس وحاز الغنیمة (مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

[2] تفسیر طبری ۴/۲۶۳ مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحلبی و اولادہ، بمصر تالیف امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (ف ۳۱۰)

ان الورثة الصغار الضعفاء كانوا احق بالمال من القوى، فعكسوا الحكم وابطلوا الحكمة	کمزور کم عمر ورثہ تو قوی وارثوں کے مقابلہ میں مال کے اور زیادہ مستحق ہوتے ہیں لیکن انہوں نے (جاہلیت کے زمانہ میں) معاملہ کو بالکل الٹ دیا اور حکمت کو نظر انداز کیا۔ جس کے نتیجہ میں وہ گمراہ ہوئے اور خواہشِ نفس کا شکار بنے۔

یہودی مذہب یہودیوں کے یہاں اصلاً تو خداوندی قوانین۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ دیئے گئے تھے پر ترکہ کے احکام مبنی ہونے چاہیئے تھے لیکن تحریف کے بعد اس کی اب جو شکل ہے اس میں بنیادی طور پر مرد ہونا ہی ترکہ کا استحقاق پیدا کرتا ہے۔ عورتیں عموماً محروم رہتی ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر محمد یوسف نے اپنی گراں قدر تالیف "التركة والميراث في الاسلام" میں یہودی اصولِ وراثت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وعماد الاسرة عندهم هو الرجل بصفة عامة ولهذا الحطف شريعتهم للمرأة من الميراث سواء كانت اما او زوجة او بنتا او اختا للمتوفى[1]	عام طور پر کنبہ میں بنیادی حیثیت اور سربراہی مرد کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے ان کی شریعت میں عورت کا میراث میں کوئی حق نہیں ہوتا خواہ عورت ماں ہو، بیوی ہو، بہن ہو یا بیٹی ہو (مرنے والے کی)

اس بارے میں ستم ظریفی کی حد یہ ہے کہ شوہر تو اپنی بیوی کا ترکہ پاتا ہے لیکن بیوی اپنے شوہر کے ترکہ سے محروم ہی رہتی ہے۔

مزید یہ کہ بڑا لڑکا چھوٹے لڑکوں کے مقابلے میں اپنے باپ کے ترکہ میں دوہرا استحقاق رکھتا ہے۔[2] حالاں کہ پہلے یا بعد میں پیدا ہونا محض قدرتی اور غیر اختیاری چیز ہے لیکن یہ بھی ان کے یہاں بڑے کو چھوٹے پر امتیاز بخش دیتی ہے۔ اگر پہلے یا بعد میں پیدا ہونے پر کسی امتیاز کی گنجائش ہوتی تو برعکس شکل میں ہونے چاہیئے تھی۔ یعنی چھوٹا ــ شفقت کا زیادہ استحقاق رکھنے کی بنا پر۔ زیادہ مقدار کا حقدار ہونا چاہیئے تھا۔

رومن لاء رومن لاء کے "عین برانصاف" ہونے کی مغربی ملکوں میں دھوم مچی ہوئی ہے اسی بنا پر مدتوں تک تقریباً سارے مغرب کا وہ سرکاری قانون بھی رہا ہے۔ اور کچھ حصے اب تک رائج ہیں۔ اور جیسے ساری دنیا کا معلم قانون قرار دینے کی صدا اس قوت سے لگائی گئی کہ اس کی گونج مشرق بعید تک اتنی زور سے پہنچی یا

---

[1] التركہ والميراث في الاسلام ص ۵۰۴ مطبعہ المعرفۃ [2] ایضاً

(پہنچائی گئی) کہ اچھے اچھے اسے واقعی حقیقت باور کرنے لگے۔ اسی "مبنی بر انصاف" لا میں شادی شدہ لڑکیاں اپنے باپ کے ترکے سے محروم قرار دی گئیں۔ عورتوں کی محرومی اسی پر ختم نہیں ہوتی۔ بلکہ اس "منصفانہ" قانون میں ایک "انصاف" عورتوں کے ساتھ یہ کیا گیا کہ (کنبہ کے سربراہ) مرد کو یہ حق بھی دے دیا گیا ہے کہ وہ اپنے کنبے کے افراد کو (جن میں عورتیں شامل ہیں) فروخت تک کر سکتا ہے بلکہ ان کی موت وحیات کا فیصلہ بھی کر سکتا ہے اور انہیں ترکہ سے محروم بھی رکھ سکتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کنبہ کے بقیہ افراد کی حیثیت غلاموں بلکہ جانوروں جیسی ہوتی ہے) چنانچہ بیوی اپنے شوہر کے ترکہ سے محروم رکھی جاتی ہے[1]

مزید ستم ظریفی یہ ہے کہ لڑکا، چاہے نکاحی عورت سے پیدا ہو یا بدکاری کے نتیجہ میں، دونوں شکلوں میں وارث بنتا ہے۔[2]

ہندوستان | اصلی ہندو قانون وراثت میں نہ صرف عورتیں ترکہ سے محروم ہوتی ہیں بلکہ بڑے لڑکے کے علاوہ بقیہ سب لڑکے بھی محروم رہتے ہیں۔ جیسا کہ "منوسمرتی" میں ہے۔ "ماں باپ کی تمام دولت کو بڑا بیٹا ہی لیوے"[3] عجیب بات ہے کہ یہی قانون آج تک انگلینڈ میں بھی رائج ہے

اسلام کا نظام وراثت | ان چند غیر اسلامی اصول وقوانین کی ایک جھلک دیکھنے کے بعد آیئے خالق حقیقی کے عطا کردہ نظام وراثت کی طرف، اور اس کا بغائر نظر مطالعہ کرنے کے بعد سوچیے کہ حقیقی انصاف و توازن اس میں ہے یا ان میں؟ اسلامی نظام وراثت کی بنیاد (جیسا کہ امام غزالی نے لکھا ہے نسب[4] اور سبب پر ہے۔ چنانچہ اس نظام کے اندر کسی حال میں بھی[5] ماں، بیٹی، بیوی کو ترکہ سے محروم نہیں کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ بہت سی صورتوں میں پوتی، دادی، نانی، بہن (کی تینوں قسمیں حقیقی علاتی، اخیافی) (بلکہ بعض صورتوں میں پھوپھی اور نواسی بھی ترکہ پانے کا استحقاق رکھتی ہیں۔ اور پھر یہ کہ عمر میں کم یا زیادہ ہونے سے ترکہ کی مقدار میں کوئی فرق نہیں کیا

---

[1] التزکہ والمیراث فی الاسلام صہ ۴۵ تا ۵۲ [2] ایضاً صہ ۵۴ [3] منوسمرتی (اردو ترجمہ صہ ۱۸۱) تارا چند چھپر تاجر کتب لوہاری دروازہ لاہور۔ [4] نسب سے مراد خونی رشتہ یعنی "قرابت" ہے چنانچہ جو جتنا زیادہ مورث سے قریبی رشتہ رکھتا ہے اتنا ہی ترکہ پانے میں مقدم رہتا ہے۔ اور سبب سے مراد شادی بیاہ کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا زوجین کے درمیان تعلق ہے۔ اسی بنا پر بیوی سے شوہر کو اور شوہر سے بیوی کو ترکہ پانے کا حق ملتا ہے۔ سبب کے اندر اور بھی بعض امور داخل ہیں۔ یہاں اختصاراً مزید تفصیل نہیں دی جا رہی ہے اس کے لئے دیکھئے امام غزالی کی کتاب "الوجیز" ج صہ ۲۶ مطبوعۃ الادب والموید ۱۳۱۷ھ نیز دیگر کتب فرائض [5] اس سے دو حالتیں رق اور کفر مستثنیٰ ہیں۔ یہ حالتیں مرد کو بھی ترکہ سے محروم کر دیتی ہیں۔

جانا جس مقدار کا مستحق بڑا لڑکا ہوتا ہے اسی کا چھوٹا لڑکا بھی۔ کیونکہ جب سب میں دونوں برابر ہیں تو قدر کے فرق کو غیر منصفانہ بھی کہا جائے گا۔ بلکہ دیکھا جائے تو جیسا کہ پہلے بھی کہا گیا ہے — چھوٹا — چونکہ شفقت کا زیادہ حق ہوتا ہے اسی لئے اگر تفاوت روا رکھا گیا ہوتا تو چھوٹے کا ترکہ زیادہ ہوتا بہ نسبت بڑے کے۔

ایک سطحی اعتراض اسلامی وراثت پر بعض نادان (یا معاندین) ایک سطحی اعتراض یہ کرتے ہیں کہ اسلامی قانون وراثت میں عورتوں کو مردوں سے آدھا ترکہ ملتا ہے۔ اور یہ بات مرد و عورت کی مساوات کے خلاف ہے راقم نے مساوات مرد و زن پر نیز خاص اس مسئلہ پر اپنی کتاب "معاشرتی مسائل" میں سیر حاصل بحث کی ہے تفصیل کے طالب[2] اسے دیکھیں، یہاں اسی سے بعض اقتباسات (معمولی تغیر کے ساتھ) پیش کیے جا رہے ہیں۔

اس اعتراض کا اصل سبب اسلامی قوانین کے تمام پہلوؤں کا معترضین کے سامنے نہ ہونا ہے۔ ورنہ انہیں معلوم ہونا چاہئے تھا کہ عورت کو ترکہ کی جو مقدار بھی مل رہی ہے۔ وہ شاید کبھی کسی اتفاقی اور ہنگامی ضرورت میں کام آتی ہو تو جاتی ہو۔ ورنہ اکثر رکھی ہی رہ جاتی اور "بینک بیلینس" بڑھانے کا سبب بنتی ہے۔ اس لئے یہ سمجھنا غلط یا بے جا نہ ہوگا۔ کہ شریعت نے ترکہ میں عورت کا حصہ مقرر کرکے دراصل دلجوئی اور قدر افزائی فرمائی ہے اور معاشرہ میں اس کا مقام بلند کیا ہے۔ ورنہ شرعی قوانین پر مکمل طور سے عمل کیے جانے کی صورت میں عورت کے سامنے کوئی بھی مرحلہ بعض استثنائی اور مجبوری کی حالتوں کو چھوڑ کر ایسا نہیں آتا جس میں اسے کسی کے نفقہ کا حتی کہ خود اپنے نفقہ کا بھی۔ شرعاً بار اٹھانا پڑتا ہو۔ اور پھر یہ امر مستزاد ہے کہ وہ نکاح کرتی ہے تو شوہر سے مہر لینے کا بھی حقدار بنتی ہے۔ اس کے برخلاف مرد کی حالت یہ ہے کہ سن بلوغ اور کسب معاش کی قدرت آنے کے ساتھ ہی نہ صرف اپنی بلکہ دوسروں (مثلاً بیوی، اور بعض صورتوں میں والدین نیز دیگر اقارب کی ضرورتوں کا پورا کرنا بھی اس کے ذمہ ہو جاتا ہے اور شادی کر لینے کے بعد نہ صرف یہ کہ بیوی کے تمام اخراجات ہی اس کے ذمہ عائد ہو جاتے ہیں بلکہ مہر جو اکثر بڑی رقم ہوتی ہے بھی اس پر لازم ہوتا ہے[2]

شرعی قانون کے ان تمام گوشوں پر نظر ڈالنے کے بعد — عورت کا ترکہ میں مرد سے آدھا حصہ ہونے پر کوئی بھی انصاف پسند اعتراض نہیں کر سکے گا (اسی طرح کے ایک دو مہمل اعتراضات اور کیے جاتے ہیں جن کے جوابات بکثرت دیے جا چکے ہیں خود راقم نے بھی مذکورہ کتاب میں دیے ہیں۔ تفصیل کے طالب اسے دیکھیں)

---

[1] اس فرق کی مزید حکمتیں جاننے کے لیے دیکھئے حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۸۵ مطبع خیریہ، مصر

[2] معاشرتی مسائل ص ۶۷ تا ۱۸۱ شائع کردہ تحقیقات و نشریات اسلام، ندوۃ العلماء لکھنؤ پوسٹ بکس ۹۳

قانون میراث کی حیثیت | یہاں یہ بتانا بھی بے محل نہ ہوگا کہ میراث کا قانون اور اس کے مطابق مستحق ورثہ پر ترکہ تقسیم کرنے کا حکم رضاکارانہ نہیں بلکہ وجوبی اور لازمی ہے۔ جس پر عمل کرنا شریعت کے دیگر لازمی قوانین کی طرح واجب اور ضروری ہے۔ اس کی خلاف ورزی آخرت میں سخت سزا کی موجب ہونے کے علاوہ دنیا میں بھی نقصان رساں ہوتی ہے (ہندوؤں کی نقل میں) مسلمانوں کے اندر بھی لڑکیوں کو غیر معمولی جہیز دینے اور "تلک" کی جو رسم مصیبت بلکہ عذاب بن کر نازل ہو رہی ہے سچ پوچھئے تو وہ بھی ترکہ کے شرعی تقسیم نہ کرنے یعنی لڑکیوں اور بہنوں کو اس سے محروم کرنے کا ایک نتیجہ ہے۔ اس کے علاوہ یہ زیادتی خیر و برکت سے محرومی اور اکثر نزاع و جدال (لڑائی جھگڑوں) کا سبب بنتی ہے کسی مستحق کو ترکہ سے محروم رکھنا شرعاً ایسا ہی ہے جیساکہ کسی مال کا ناحق غصب کر لینا یا چھین لینا۔ چنانچہ قرآن مجید میں احکام میراث بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

"فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم"

"یہ اللہ کی طرف سے مقررہ کردہ لازمی حکم ہے، اللہ تعالیٰ بہت جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

ایک سنگین جرم ترکہ کے قانون کی پامالی | لیکن کس قدر تعجب بلکہ صدمہ کی بات ہے ان قوانین کو شریعت خداوندی ماننے کا دعویٰ کرنے والے بہت سے افراد بھی ان کی اس طرح خلاف ورزی کرتے گویا انہیں پامال کرتے ہیں کہ نسلاً بعد نسلیں اس جرم میں مبتلا رہتے ہوئے گزر جاتی ہیں۔ مگر ذرہ برابر بھی خدا کا خوف اور آخرت کی باز پرس کے خطرہ کی پرواہ نہیں کرتے۔ مزید حیرت اس پر ہے کہ مجموعی طور پر دیندار اور پابند شرع کہے جانے والے بعض لوگ بھی بلاتکلف اس قانون شرعی کے خلاف عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں بہت سے لوگوں کو شاید اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ کہ ترکہ کے مستحق افراد کو مثلاً بہنوں کا حصہ نہ دے کر ظلم کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب حکیم میں ترکہ کے احکام بیان فرمانے کے بعد متصلاً یہ بھی فرمایا ہے:۔

"تلک حدود اللہ ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ اللہ ناراً خالداً فیھا ولہ عذاب مھین"

یہ (احکام میراث بھی) اللہ کی طرف سے مقررہ کردہ حدود ہیں اور جو بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی اور اس کی مقرر کردہ حدود پامال کرے گا اسے اللہ تعالیٰ آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے نہایت تکلیف دہ اور اہانت والا عذاب ہے۔

ان آیات پر ایمان حقیقی جسے نصیب ہو وہ یقیناً خلاف ورزی کا تصور کرنے سے کانپے گا اور کسی مستحق میراث کا حق دبانے کی جرأت نہ کر سکے گا۔

قانون میراث کی خلاف ورزی سے اعمال سوخت ہونے کا خطرہ | حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ جو عظیم

مفسر ہونے کے ساتھ بڑے محدث بھی ہیں نے ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے متعدد احادیث بھی نقل کی ہیں ان میں ایک یہ ہے جیسے ترمذی وغیرہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

ان الرجل لیعمل والمرأۃ بطاعۃ اللہ ستین سنۃ ثم یحضرھما الموت فیضاران فی الوصیۃ فتجب لھما النار۔ رواہ ترمذی وابن ماجہ[1]

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مرد یا عورت نے ساٹھ سال تک بھی مسلسل خدا کی اطاعت وفرمانبرداری میں گزارے ہوں لیکن مرتے وقت (خلاف اصول شرع) کسی کو کچھ دینے کی وصیت کر دی تو اس کی ساری طاعت وعبادت اکارت ہوجائے گی اور اسے جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

مقام غور بلکہ جائے خوف ہے کہ ساٹھ ستر (ایک روایت میں ستر کا بھی ذکر ہے) سال مسلسل عبادات و اطاعت کرنے والا بھی اگر قانون ترکہ و وصیت کی خلاف ورزی کرے تو اس کے لئے ایسی شدید وعید ہے پھر جب پوری زندگی (یا اس کا بیشتر حصہ) قوانین شریعت توڑتے ہیں گذر گئی۔ جیسا کہ اکثر مسلمانوں کا آج کل حال ہوگیا ہے تو خلاف ورزی پر کتنی سخت سزا ملے گی؟ اس کا اندازہ مشکل نہیں۔

علماء و مصلحین کی ذمہ داری ہمارے معاشرہ میں خاصی مدت سے میراث کے قوانین کی جس بڑے پیمانہ پر خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ سے خواص (مصلحین وعلماء) پر خاص طور سے یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس کے خلاف ہر ممکن قدم اٹھائیں، ورنہ خطرہ ہے کہ عمومی قانون شکنی کی بنیاد پر اگر عذاب خداوندی آئے تو یہ "ساکتین" بھی (خاموش رہنے والے) لپیٹ میں آجائیں (لا قدر اللہ)

قانون ترکہ کی اہمیت قانون میراث کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے تنہا یہ بات کافی ہے کہ قرآن مجید جس میں بالعموم تفصیلی احکام کے بجائے اجمالی احکام اور اصول وقواعد بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے میں ترکہ کے تفصیلی احکام دئے گئے ہیں یعنی اکثر ورثہ کے حصے بتائے گئے ہیں اور صرف اسی پر بس نہیں کیا بلکہ درمیان میں ایک سے زائد بار وعدہ وعید کا انداز بھی اختیار کیا گیا ہے۔ اور جن ورثہ کے جو حصے مقرر کئے گئے ہیں ان کے حکیمانہ اور منصفانہ ہونے کا بھی ذکر ہے۔

ان اللہ کان علیما حکیما اور آباءکم وابناؤکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر صہ ۴۶۱ مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ

الحوج

علاوہ ازیں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں علم الفرائض۔ کہ جس سے میراث
وغیرہ میں یہی بات کہی گئی ہے) علاوہ ازیں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں علم الفرائض۔ کہ جس سے میراث کے تفصیلی احکام معلوم ہوتے ہیں کو "نصف العلم" کہا گیا ہے اور اس کے سیکھنے سکھانے کی تاکید کی گئی ہے

الفاظ حدیث یہ ہیں :-

تعلموا الفرائض وعلموا الناس فانہ نصف العلم [1]

علم فرائض سیکھو اور سکھاؤ۔ کیونکہ یہ نصف علم ہے۔

اسے "نصف علم" کہنے کی ایک وجہ ابن کثیر نے یہ بتائی ہے کہ سب لوگوں کو اس سے سابقہ پڑتا ہے[2]

اس علم کی اہمیت کا ہی یہ اثر ہے کہ ہر دور کے ممتاز علماء نے اس کی طرف توجہ دی اور اس موضوع پر کتابیں لکھیں (ان سب کی اصل تعداد اللہ عالم الغیب کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا)

چنانچہ اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھنے کا ذکر دوسری صدی ہجری سے ہی ملنے لگتا ہے۔ صاحب کشف الظنون کی تصریح کے مطابق "ابو بکر ایوب السختیانی البصری التابعی (ف ۱۳۱ھ) نے فرائض ایوب البصری، کے نام سے کتاب لکھی اور امام ابو حنیفہ کے معاصرین میں ابن ابی لیلیٰ و ابن شبرمہ نے بھی فرائض پر کتابیں لکھیں۔ اس کے بعد اس فن پر سب سے زیادہ مبسوط کتاب محمد بن النصر مروزی کی وجود میں آئی اس کے بارے میں ابن السبکی نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ:

ھو کتاب جلیل القدر لا مزید علی حسنہ (کشف الظنون)

اس کے علاوہ بے شمار چھوٹی بڑی کتابیں لکھی گئیں جن میں یوسف بن عبداللہ القرطبی (ف ۴۶۳ھ) کی فرائض ابن عبدالبر، عبداللہ بن احمد بن علی بن حمد الحاسب الشافعی (ف ۵۸۹ھ) کی فرائض ابی الرشید، ابو الرجا مختار بن محمود الحنفی (ف ۶۵۸ھ) کی فرائض الزاہدی مشہور کتابیں ہیں۔ لیکن ان سب میں سراج الدین محمد بن محمود بن عبدالرشید السجاوندی الحنفی (ف ۹) کی کتاب "الفرائض السراجیہ" (معروف بہ سراجی) کو جو شہرت و قبولیت حاصل ہوئی (اور جس میں اب تک کی نظیر نہیں آتی) وہ کسی اور کتاب کا حصہ نہ بن سکی اس کی شہرت و قبولیت کی ہی ایک علامت یہ ہے کہ اس کے شروح و حواشی اتنی کثرت سے لکھے گئے کہ جن کی نظیر نہیں ملتی۔

حاجی خلیفہ کے مندرجہ ذیل الفاظ ہیں :-

---

[1] کشف الخفاء و مزیل الالباس ج ا ص ۳۰۰ بحوالہ ابن ماجہ دارقطنی، حاکم، نسائی، دارمی وغیرہا (اگرچہ اس کی سند پر اصحاب فن نے کچھ کلام کیا ہے۔ [2] ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۷ (لانہ یبتلی بہ الناس کلہم)

واشتغل بشرحہا جم غفیر من العلماء

اس کے بعد موصوف نے سراجی، کی بیس سے زیادہ مستقل شرحوں کا تذکرہ کیا ہے اور پھر حواشی کا جو ان کے علاوہ ہے جن کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے (ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء) اور آج بھی بحمداللہ اسی موضوع پر چھوٹی بڑی کتابیں برابر لکھی جا رہی ہیں۔ اللھم زد فزد۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر پوری طرح عمل کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

آخر میں مختصراً یہ عرض کرنا ہے کہ اس مضمون کا اصل مقصد ترکہ کی تقسیم کے متعلق اسلامی احکام کی اہمیت کی طرف عام مسلمانوں کی توجہ مبذول کرنا ہے تاکہ ہر گھر میں اس کی فکر ہو۔ اور ہر گھر میں غیر اسلامی رسم و رواج کو مٹانے اور اپنے معاشرہ کو غیر اسلامی عناصر سے پاک کرنے کی جو مہم شروع کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ اس میں ترکہ کی تقسیم کے سلسلہ میں اس جاہلانہ رواج کو مٹانے کی کوشش کا بھی کما حقہ حصہ ہو۔ ساتھ ہی اس مضمون میں حضرات علماء و مصلحین اور معروف کی اشاعت اور منکر کی تغییر کے عظیم فریضہ سے تعلق رکھنے والے حضرات کی توجہ بھی اس طرف مبذول کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ وہ زندگی کے اس اہم شعبہ کو بھی اپنی اصلاحی محنتوں کا نشانہ بنائیں۔

واللہ الموفق وھو الہادی الی سواء السبیل۔

وضو قائم رکھنے کے لئے جوتے پہننا بہت ضروری ہے ہر مسلمان کی کوشش ہونی چاہیئے کہ اس کا وضو قائم رہے۔

سروس انڈسٹریز

پائیدار۔ دلکش۔ موزوں اور واجبی نرخ پر جوتے بناتی ہے

سروس شوز

قدم قدم حسین قدم قدم آرام